

حضرت عباس نمونہ وفا

<?xml encoding="UTF-8?>

تمہید:

حضرت عباس علیہ السلام کی ذات بابرکت، فضائل اور برکات کا وہ موج زن سمندر ہے کہ ایک یا چند مقالوں سے اس عظیم شخصیت کے کسی ایک پہلو پر بھی سیر حاصل بحث نہیں کی جاسکتی، لیکن عربی کے اس معروف موکلہ «مالا پدرک کله لا یتروک کله» کو مدنظر رکھتے ہوئے اس مقالہ میں کوشش کی گئی ہے کہ حضرت عباس علمدار کی ایک اہم ترین صفت (وفاء) کے ذیل میں کچھ مطالب بیان کریں، البتہ یہ اعتراف کرتے ہوئے کہ حضرت عباس (ع) کی زندگی تحلیل کرنا ایک معمولی کام نہیں، اور مجھ جیسے بے بضاعت کے بس میں نہیں کہ ایک سیر حاصل بحث کر سکوں فقط اس امید کے ساتھ کہ میرا نام بھی محبان خاندان عترت و طہارت کی فہرست میں شامل ہو جائے آنحضرت (ع) کے فضائل و کمالات کے کچھ موتی اپنے پڑھنے والوں کی خدمت میں پیش کیے دیتا ہوں اور نیز اپنے اس مقالے کو یوم جانباز (غازیوں کا دن) کی مناسبت سے اسلام کے تمام غازیوں کے نام منسوب کرتا ہوں۔

ولادت با سعادت حضرت عباس:

حضرت عباسؑ کی تاریخ تولد کے سلسلے میں مورخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن معروف یہ ہے کہ آپ کی ولادت با سعادت جمعہ کے دن چہار شعبان سال ۲۶ ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ امیر المومنین (ع) نے اپنے نو مولود کا نام عباس رکھا چونکہ علی (ع) بعنوان دروازہ علم نبوت جانتے تھے کہ ان کا یہ فرزند ارجمند بغیر کسی شک و تردید کے باطل کے مقابلے میں سخت اور ہیبت والے اور حق کے سامنے شاداب و تسلیم ہے۔ استاد ارجمند آیت اللہ ڈاکٹر احمد بہشتی دامت برکاتہ اپنی ایک کتاب (قہرمان علقمہ) میں عباس کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: «نہیں جانتا کہ عباسؑ کو زیادہ غصہ دلانے والا معنی کروں یا نہیں۔ کیونکہ آپ ہی تھے کہ دشت کربلا میں دشمن آپ کے وجود سے غصے میں آجاتا اور اس پر حالت عبوست ظاہر ہو جاتی۔ اور نام عباس ان کی چین و سکون کو چھین لیتا تھا۔» البتہ اہل لغت نے لفظ عباس کا ایک اور معنی بھی بیان کیا ہے وہ معنی بھی حضرت عباس کے لیے مناسب اور موزوں ہے۔ اس معنی کے تحت عباس اس شیر کو کہتے ہیں جس کو دیکھ کر دوسرے شیر بھاگ جاتے ہیں۔ اور یہ منظر صحرا طف میں سب نے دیکھا کہ جناب عباس جس طرف بھی حملہ کرتے تھے سارے یزیدی وہاں سے بھاگ جاتے تھے۔ شجاعت، بہادری، وفا اور دلیری جیسی خصوصیات کو دیکھتے ہوئے شجاع باپ نے اپنے شجاع بیٹے کا نام عباس رکھا اور مورخین کے کلمات اس بات کے گواہ ہیں وہ لکھتے ہیں: «سماء امیر المومنین علیہ السلام بالعباس لعلمہ بشجاعته و سطوته و عبوسته فی قتال الاعداء و فی مقا بلہ الخصما» حضرت علی علیہ السلام نے عباس کا نام عباس اس لیے رکھا کیونکہ آپ میدان جنگ میں دشمن کے مقابلے میں حضرت عباس کی شجاعت، قدرت و صلابت کے بارے میں علم و آگاہی رکھتے تھے۔

حضرت عباس کا حسب و نسب:

کسی شخص کی شخصیت اس کے حسب و نسب سے بخوبی سمجھی جاسکتی ہے چونکہ صالح گرجانوں کی مثال اس پاک سر زمین کی سی ہے کہ جس میں شایستہ اور پھلدار درخت پر ورش پاتے ہیں۔ خاندانی اصالت شخصیتوں کی پرورش میں نمایا بکردار ادا کرتی ہے، تبھی تو امام علی علیہ السلام مالک اشتر کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ « وَتَوَّخَّ مِنْهُمْ اهل التَّجربة و الحياء من اهل البيوتات الصالحة والقدم في الاسلام المتقدمة فانهم اكرم اخلاقا و اصح اعراضا و اقل في المطامع اشرافا و ابلغ في عواقب الامور نظرا » یعنی اپنے عمال میں سے ایسے افراد کا انتخاب کرو جو تجربہ کار و غیرت مند ہوں اور ان کا تعلق صالح خاندانوں سے ہو اور وہ اسلام میں اپنی خدمات کی بنا پر پیشی رکھتے ہوں کیونکہ ایسے لوگ بلند اخلاق، بے داغ اور عزت والے ہوتے ہیں۔ حرص و طمع کی طرف کم جھکتے ہیں اور عواقب و نتائج پر زیادہ نظر رکھتے ہیں۔

امیر المومنین علی علیہ السلام کے اس فرمان سے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے کہ حسب و نسب پاک ہی گوہر و صدف پاک کو پروان چڑھایا کرتا ہے۔ نسب پاک ہر کسی کے نصیب میں نہیں آتا۔ حضرت عباس علیہ السلام ان خوش قسمت افراد میں سے ایک ہیں جن کو عالم انساب میں وہ برتری حاصل ہے جو کم کسی کو حاصل ہوتی ہے۔ وہ باپ کی جانب سے علوی و ہاشمی ہیں جو شرف اور کرامت میں بے نظیر ہے جن کا نظیر روی زمین میں پیدا نہیں ہوسکتا ہے۔ یوں، عباس نہ فقط قمر بنی ہاشم ہیں بلکہ قمر بشریت اور جہان ہستی کا چمکتا ہوا مہتاب ہیں۔

حضرت عباس کے والدگرمی حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام ہیں کہ جن کی عظمت کے سامنے دوست و دشمن سب سر تسلیم خم کے نظر آتے ہیں۔ ان کی ماں فاطمہ بنت حزام بن خالد جو ام البنین سے ملقب اور اسی نام سے معروف ہوئیں۔ آپ کی شخصیت عالم اسلام میں بے نظیر مانی جاتی ہے آپ ہی کے چار فرزند کربلا میں سبط پیامبر حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جام شہادت نوش فرما کر تا ابد زندہ و جاوید ہو گئے۔

حضرت ام البنین کا خاندان شرافت و پاکی، سخاوت و شجاعت اور مہمان نوازی میں عرب کے قبائل کے درمیان زبان زد عام و خاص تھا۔ ان کے والدین، دادا، پردادا ... بھی انسانی کمالات کے شہرہ آفاق ستارے تھے۔ حضرت ابوالفضل عباس نے فضائل و کمالات کو ان دو خاندانوں سے ورثے میں پایا تھا۔

حضرت عباس علیہ السلام کے القاب:

ارباب تاریخ نے حضرت عباس کے کئی القاب بیان کیے ہیں، ہم ان میں سے کچھ کا بیان اختصار کے ساتھ کیے دیتے ہیں۔

۱۔ ابولفضل:

ابولفضل یعنی فضیلتوں کا مالک (باپ)، حضرت عباس کو شاید ان کی انگنت فضائل کی وجہ سے اس لقب سے موسوم کیا گیا ہو یا فضل ان کے کسی بیٹے کا نام تھا جس کی وجہ سے آپ ابولفضل کہلائے۔

۲۔ ابوالقریہ:

کچھ علما اور مورخین نے آپ کو ابو قریہ (صاحب مشکیزہ) سے ملقب کیا ہے۔ کیونکہ حضرت عباس نے روز عاشورا چند مرتبہ پانی کا مشکیزہ خیمہ گاہ حسینؑ تک پہنچایا تھا۔

۳۔ ابوالقاسم:

حضرت عباسؑ کے ایک بیٹے کا نام قاسم تھا۔ بعض مورخین کے مطابق قاسم نے اپنے پدر بزرگوار کے ہمراہ کربلا میں جام شہادت نوش فرمایا۔ اس بیٹے سے نسبت کی وجہ سے آپ ابوقاسم کہلائے۔

۴۔ قمر بنی ہاشم:

حضرت عباسؑ بہت ہی حسین، اور پرکشش چہرے کے مالک تھے۔ صاحب مقاتل الطالبین لکھتے ہیں کہ حضرت عباسؑ بہت خوبصورت، حسین تھے جب وہ ایک درشت بیکل گھوڑے پر سوار ہوتے تو ان کے پاؤں زمین سے لگ جاتے تھے۔ انہیں قمر بنی ہاشم کہا جاتا تھا۔ شہید مطہری (رہ) فرماتے ہیں کہ حضرت عباسؑ بلند قامت جسیم اور خوبصورت جوان تھے، امام حسین علیہ السلام آپ کو دیکھ کر بہت محظوظ ہوا کرتے تھے۔

۵۔ سقا:

حضرت عباسؑ کے محبوب ترین القاب میں سے ایک لقب سقا ہے۔ جب پسر مرجانہ نے خاندان رسالت پر پانی کی بندش کی تو حضرت عباسؑ نے اپنی بہادری اور دلیری کا ثبوت دیتے ہوئے کئی بار پانی خیموں تک پہنچایا اور اہل بیت پیامبر (ع) کو سیراب فرمایا۔ اس وظیفے کی انجام دہی میں ہی جام شہادت نوش فرما کر ربتی دنیا تک تاریخ کے اوراق میں سرخ رو ہوئے۔

۶۔ علمدار:

حضرت عباسؑ کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے لشکر کے علمدار تھے لشکر امام حسین علیہ السلام کی سالاری کا منصب آپ ہی کے نصیب میں آیا۔

۷۔ عبدالصالح:

امام صادق علیہ السلام اس زیارت میں کہ جسے ابو حمزہ ثمالی نے نقل فرمایا ہے آپؑ کو عبد صالح سے خطاب کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں (السلام علیک ایہا العبد الصالح) میرا سلام ہو تجھے پر اے بندہ شایستہ۔

۸۔ المواسی:

آپ کی اناہائی اثیار اور قربانی کی وجہ سے آپ کو المواسی کا لقب دیا گیا۔ آپ نے دشمن کو بھگا کر پانی تک

رسائی حاصل کی لیکن اہل بیت عصمت و طہارت کی پیاس کو یاد کر کے خود پانی نہیں پیا۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: «اشہد لقد نصحت اللہ و رسوله ولاخیک فنعم الاخ المواسی۔» میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ و رسول اور اپنے بھائی کی راہ میں خیر خواہ تھے اور نصیحت کی۔ آپ بہت ہمدردی رکھنے والے بھائی تھے۔ زیارت ناحیہ مقدسہ میں امام زمانہ (عج) فرماتے ہیں: **الاسلام علی ابی الفضل العباس المواسی اخاہ بنفسہ**۔ یعنی سلام ہو ابو الفضل عباس پر کہ جنہوں نے اپنی جان کے ساتھ بھائی کی مواسات (ہمدردی) کی۔

۹۔ باب الحوائج:

یہ لقب ایسا دلنشین ہے کہ آج بھی اہل بیت سے محبت رکھنے والے حضرت عباس کو اسی لقب سے جانتے اور یاد کرتے ہیں، گویا باب الحوائج آپ کا دوسرا نام ہو۔ محبان حضرت عباس کا عقیدہ ہے کہ اگر کوئی خالص نیت کے ساتھ عباس کو وسیلہ قرار دے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجتیں اور مرادیں بر لاتا ہے اور اسے مایوس نہیں کرتا ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو چونکہ عباس در ر حمت خدا اور اس کے محکم اسباب و وسائل میں سے ایک ہیں۔ عباس ہی نے تو اپنے امام علیہ السلام کی نصرت اور دین اسلام کی بقاء اور پایداری کیلئے سب سے زیادہ تلاش و کوشش کی یہاں تک کہ اپنی جان بھی اس ہدف پر قربان کی۔ تعجب اس پر ہوتا اگر عباس باب الحوائج نہ کہلاتے!

۱۰۔ شہید:

ارباب تاریخ نے اگرچہ شہید کا لقب حضرت عباس کیلئے بیان نہیں کیا ہے لیکن امام صادق علیہ السلام کے کلام مبارک میں آپ کے لئے یہ لقب بیان ہوا ہے ایک مرتبہ معاویہ بن عمار یزیدی نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا جب فدک آپ کو واپس کیا گیا تو اسے آپ نے کس طرح تقسیم کیا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: «اعطینا ولد العباس الشہید الربع و الباقي لنا» یعنی عباس شہید کے فرزندان کو ایک چوتھائی حصہ دیا اور باقی ہمارے لئے ہے۔

۱۱۔ پاسدار و پاسبان حرم:

طول تاریخ میں بہت ساروں نے اپنی ناموس اور حریم کی دفاع میں حتیٰ جان تک کو قربان کیا لیکن کوئی بھی اس کام میں حضرت عباس کی منزلت کو نہیں پہنچ سکا۔ حضرت عباس سارے پاسبانوں کے لئے بہترین نمونہ ہیں۔ تبھی تو اسلامی جمہوریہ ایران میں ہر سال چار شعبان کو روز جانباز کے نام سے منایا جاتا ہے۔ مذکورہ القابات کے علاوہ بھی مورخین نے کئی ایک القاب حضرت عباس کے لئے نقل کئے ہیں جن میں سے، الفادی، عمید، حامی، واقعی، کبش، الکتیبہ، اور اطلس، زیادہ مشہور ہیں۔

حضرت عباس پیکر وفا:

لفظ وفاء کو غدر، فریب اور بے وفائی کے مقابلے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ وفا، فضیلت اور بے وفائی اور غدر صفت رذیلہ کے طور پر جانی جاتی ہیں۔ امام صادق علیہ السلام کی ایک لمبی حدیث ہے اس میں نیک اور بری صفتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ اس حدیث میں امام علیہ السلام فرماتے ہیں: «الوفاء وضده الغدر» یعنی وفا عقل

کی وزیر ہے اور خداوند نے غدر کو جو وزیر جہل ہے اس کے مقابلے میں قرار دیا ہے۔ شاید یہ کہنا مناسب ہو اگر ایمان صاحب اجزاء ہو تو قطعی طور پر ان اجزاء میں سے ایک جزء وفاء ہے۔ جیسا کہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ((ان الله عزوجل وضع الايمان على سبعة اسهم على البر و الصدق و اليقين و الرضاء و الوفاء و العلم و الحلم)) یعنی (اللہ تعالیٰ نے ایمان کو سات حصوں میں قرار دیا: نیکی، سچائی، یقین، رضا، وفا، علم و حلم)

اصولی طور پر نیک اعمال کی قبولیت کیلئے وفاء کا ہونا شرط ہے۔ جو لوگ غدار، حیلہ گر اور فریب کار ہوتے ہیں ان کا مقام تو کتوں سے بھی نیچے درجے کا ہے ایسے لوگ نیک اعمال کے ثواب سے بے نصیب ہیں۔ جیسا خود خداوند ارشاد فرماتا ہے۔ « اوفوا بعہدی اوف بعہدکم » یعنی (میرے عہد سے وفا داری کرو تا تمہارے عہد کی میں پاسداری کروں۔) لہذا خداوند نے جن نیک اعمال کے لئے ثواب کا وعدہ کیا ہے یہ وعدہ تب نبھایا جائیگا کہ جب صاحب عمل، وفادار لوگوں میں سے ہو۔ اس سلسلے میں آیات و روایات بہت ہیں۔ اس سے زیادہ بیان اس مقالے کے احاطے سے باہر ہے۔ سابقاً اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے کہ حضرت عباسؓ نیک فضا ہیں کے مرکز کہلاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کی کنیت ہی ابو الفضل یعنی فضیلتوں کا باپ پڑ گئی۔ حضرت عباسؓ کی پوری فضیلتوں کا احصا ایک یا دو مقالوں کی گنجائش سے باہر ہے بلکہ اس امر کیلئے کئی جلد کتاب لکھنے کی ضرورت ہے۔ اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم اس مقالے میں حضرت عباسؓ کی صرف صفت وفا پر مختصر بحث کریں گے۔ آپؓ کی وفا کو مختلف پیرایوں سے بیان کیا جاسکتا ہے۔

وفاداری کے مختلف پہلو:

وفاداری کے کئی ایام پہلو ہوتے ہیں۔ دین کے ساتھ وفا داری، اپنی قوم و ملت کے ساتھ وفاداری، اپنے ملک اور وطن کے ساتھ وفاداری، اپنے بھائی اور نزدیک ترین افراد کے ساتھ وفا داری، امام وقت سے وفاداری دوست اور احباب کے ساتھ وفا داری وغیرہ۔ حضرت عباسؓ نے ان تمام پہلوؤں میں امتحان دے کر پہلے رتبے پر فائز ہوئے۔

۱۔ دین کے ساتھ وفا داری:

دین اسلام پر جب کبھی بھی برا وقت آیا عباس علیہ السلام بہترین مدافع کے طور پر سامنے آئے، اور کبھی بھی اپنی جان کی پروا نہ کی، چاہے وہ بابا علی مرتضیٰ (ع) کا زمانہ امامت ہو یا بھیا حسن مجتبیٰ (ع) کا دور امامت، آپ ہمیشہ اسلام اور اپنے امام وقت کے دفاع میں ہر اول دستے میں رہے۔ اور اپنی وفا کے جوہر دکھلاتے رہے۔ جس وقت بھیا حسین سید الشهداء علیہ السلام کا دور امامت آیا ہمیشہ انکی اطاعت میں زندگی گذاری۔ جب بنو امیہ نے یزید ملعون کو خلیفہ المسلمین کے منصب پر بٹھا کر دین اسلام کو پا مال کرنے کا تہیہ کیا اور امام حسین علیہ السلام کو یہ فرمانا پڑا کہ (علی الاسلام، السلام) یعنی یزید جیسے فاجر و فاسق شخص کو خلیفہ بنا کر اس کی بیعت کرنا گویا اسلام کو سلام کر کے اسے خیر باد کہنا ہے ایسے موقع پر حضرت عباسؓ جیسے دین اسلام کے وفا دار اپنی جان کو جو کھوں میں ڈال کر اسلام کی بقاء اور اس کی سربلندی کیلئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کیلئے آمادہ ہوئے۔

۲۔ قوم و ملت کے ساتھ وفاداری:

قوم و ملت کے ساتھ وفاداری حضرت عباسؓ کی روح میں متجلی تھی۔ قوم و ملت بنی امیہ کے ظلم و جور میں جکڑی ہوئی ہے۔ ظلم کی گھٹا ٹوپ تاریکی ہر طرف پھیلی ہوئی ہے۔ بہادر سے بہادر شخص بھی اس ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے سے کترا تا نظر آتا ہے۔ بنو امیہ نے تمام مسلمانوں کو اپنا غلام بنا رکھا ہے، ان کے اموال کو تاراج کر دیا اور کسی کی ناموس محفوظ نہیں۔ لوگوں کو استثمار کرنے کیلئے دین خدا کو اپنا کھلونا بنا کر کھیل کھیلایا جا رہا ہے ایسے سخت اوقات میں عباس علیہ السلام ہی قوم و ملت کے وفا دار ہیں تبھی تو امام حسین علیہ السلام نے روز عاشورا اپنا علم عباسؓ کے سپرد کر کے ان کو اپنا سپاہ کا سالار بناتے ہیں حقا کہ حضرت عباسؓ نے اپنے دونوں بازوؤں کو کٹوا کر اپنی وفاداری کا ثبوت دیا، اور نہر علقمہ پر جام شہادت نوش کر کے ہمیشہ کے لیے علقمہ کے ہیرو کھلائے گئے۔

۳۔ ملک و وطن سے وفاداری:

اسلامی مملکت خطرے میں ہے اس سے بڑھ کر برا وقت کبھی اسلامی وطن پر نہیں آیا ہے۔ بنو امیہ اسلامی وطن کی ثروت کو لوٹ رہے ہیں۔ مملکت اسلامی کے خزانے من پسند افراد میں تقسیم کیے جا رہے ہیں۔ جو چرطے کل تک اسلامی مملکت کے اندر موج س سمجھے جاتے تھے ان کو آج عالی ترین مناصب دیکر انہیں عزت دی جاتی ہے، وہ ان منصوبوں کے آڑوں میں لوگوں کے اموال کو غارت کر رہے ہیں۔ ان سے پوچھ گچھ کرنے والا کوئی نہیں۔ ارباب تاریخ لکھتے ہیں کہ حضرت عباس کی شہادت کے بعد امام حسین علیہ السلام کے بدن میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں رہی تھی آپ ہڈیوں کے ایک ڈھا نچے کی صورت میں رہ گئے تھے۔ «لم یبق الحسین بعد ابی الفضل الاهیلا شاخصا معری عن لوازم لوازم الحیات» جب حضرت عباسؓ شہید ہوئے تو دشمن ہر طرف سے اصحاب امام حسین علیہ السلام پر حملہ آور ہوئے، اب چونکہ حسینؓ سے وفاء کرنے والا اس کا بہادر بھائی عباسؓ باقی نہ رہا تھا۔ «لما قتل العباس تدا فعت الرجال علی اصحاب الحسین»

یہ وہ وقت تھا کہ اسلامی مملکت کے اندر آزاد اندیش انسانوں کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی۔ جن لوگوں کی اسلام کے لئے خدمات تھیں اور ابھی بھی شیفہ اسلام ہیں ان کو وطن سے نکال دیا جاتا ہے۔ عمار و میثم و سعید بن جبیر اور رشدب ہجری جیسوں کا دائرہ تنگ کر کے ان کو انہی کے خون میں نہلایا گیا۔ جب کہ عمرو عاصم، ابوہریرہ، عمر سعد، زیاد، عبید جیسے اسلام دشمن عناصر کی شخصیت پروری کی جاتی ہے۔ ولید جیسوں کو مدینہ الرسول کا حاکم بنایا جاتا ہے۔ ایسے حالات اور شرائط میں اسلامی مملکت کی بقاء اور استحکام کیلئے عباس علمدارؓ جیسے وفادار افراد اگرچہ تعداد میں کم ہیں لیکن ایک مضبوط عزم و ارادہ کے ساتھ اپنے امام وقت کے گرد یوں جمع ہوجاتے ہیں جیسے پروا نے شمع کے گرد۔ اور اپنی وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے جان کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ اور یوں اسلامی وطن کے پاسبان کے لقب سے معزز پاتے ہیں۔

۴۔ بھائی سے وفاداری:

امام حسین علیہ السلام ریحان رسول خدا ہیں۔ وہ ہی رہبر دین، مسلمین کے پیشوا و صالحین کے امام اور سرور و سالار شہیدان ہیں۔ عباسؓ کا اپنے بھائی حسین علیہ السلام کے ساتھ کبھی نہ ٹوٹنے والا ایک عہد

موجود ہے۔ انہوں نے اپنے امام حق کی بیعت کی تا کہ باطل سے ٹکرائیں۔ عباسؑ، امام نور کا پیرو کار ہے اور وہ ظلمت اور تاریکی کے رہبروں کے ساتھ اپنی آخری سانسوں تک نبرد آزماں ہے۔ عباسؑ نے بتلا دیا کہ وہ اپنے بھائی، مولا، رہبر، امام اور مقتدی کے ساتھ کس قدر وفادار ہیں۔ آپ کی وفاداری اس قدر عروج کو پہنچیں کہ خود وفا کو ناز ہے کہ وہ آپ سے منسوب ہے۔ اور آپ وفاداروں کیلئے نمونہ، بلکہ پیکر وفا ہوئے۔ کیوں نہ ایسا ہو چونکہ تاریخ نے کبھی ایسے وفا کو نہیں دیکھا ہے، اگر آپ کو قطب وفا کہا جائے تو بیجا نہیں ہے۔ امام زمانہ (عج) اس بارے میں فرماتے ہیں «السلام علی ابی الفضل العباس المواسی اخاہ بنفسہ» ہمارا سلام ہو ابولفضل العباسؑ پر کہ جس نے اپنی جان قربان کرنے کے ساتھ بھائی سے ہمدردی کی۔

۵۔ وقت کے امام سے وفاداری:

حضرت عباسؑ کی مہم ترین خصوصیات میں سے ایک خصوصیت اپنے زمانے کے امام کی شناخت اور ان کیان کی اطاعت محض تھی۔ آپ نے تین اماموںؑ کی دور امامت کو دیکھا۔ چاہے بابا علی علیہ السلام کا دور امامت ہو یا بھیا حسن علیہ السلام کا دور امامت ہو، آپ نے ہمیشہ اپنی وفا کا لوہا منوایا۔ آپ کے زیارتنامہ میں امام صادق علیہ السلام سے منقول یہ جملات اس امر کی روشن دلیل ہیں کہ آپ ولایت مداری میں کس قدر آگے تھے۔ «المطیح اللہ و لرسولہ و لامیر المومنین والحسن والحسین صلی اللہ علیہم» یعنی، تجھ پر سلام اے اللہ کے صالح بندے و خدا بندے و خدا اور اس کے رسول کے مطیع و فرمانبردار اور امیر المومنین، امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کے حقیقی پیرو کار۔ حضرت عباسؑ نے کربلا میں وفا اور وفاداری کے جو نقوش چھوڑے ہیں وہ سب اپنے امام وقت کی اطاعت اور اس سے وفاداری کی وجہ سے ہے۔ کوئی یہ نہ سوچے کہ شاید حضرت عباسؑ کی فداکاری قبیلہ کاتعصب اور خاندانی تھی، نہیں بلکہ حضرت عباسؑ کی یہ ساری قربانیاں ولایت مداری اور اسکی اطاعت کی وجہ سے تھیں۔ چنانچہ ارباب تاریخ اس شبہ سے پردہ اٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

«بل کان یعرف ان دین اللہ قائم با لحسین (علیہ السلام) وهو عمود الدین، مجاہد عن دین اللہ و عن شریعت المصطفیٰ و حامی عن ابن رسول اللہ و عن بنات الزہراء کما قال انی احامی ابدًا عن دینی وعن امام الصادق الیقین نجل النبی الطاهر الامین» بلکہ (حضرت عباسؑ) جانتے تھے کہ دین خدا، امام حسینؑ کی وجہ سے قائم ہے۔ امام حسینؑ ہی دین کے ستون ہیں۔ وہ دین خدا اور شریعت پیامبر کی بقاء کیلئے جہاد کر رہے ہیں (اس خاطر حضرت عباسؑ جان و دل سے) فرزندان رسول خدا اور حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی بیٹیوں کی حمایت کر رہے تھے جیسا کہ خود فرمایا کرتے تھے، خدا کی قسم اگر میرے بازوؤں کو کاٹو تو بھی میں اپنے دین، اپنے امام حق اور یقین اور فرزند دختر پیامبر پاک و امین کی حمایت کروں گا۔

وفاداری کے چند نمونے :

یوں تو حضرت عباسؑ کی پوری زندگی وفا اور وفاداری سے لبریز ہے لیکن حضرت عباسؑ کی یہ وفاداری سانحہ کربلا میں کچھ منفرد انداز میں نکھر کر سامنے آئی دوست ہوں یا دشمن کوئی بھی آپ کی وفاداری کی داد دئے بغیر نہ رہ سکا۔ منمندرجہ ذیل سطور میں حضرت عباسؑ کی وفاداری کے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

۱۔ امان نامے کا ٹکرنانا:

عبداللہ اور اس کے کارندے اس بات سے آگاہ تھے کہ جب تک حضرت عباسؓ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہیں ان پر حاوی ہونا نہایت ہی دشوار مسئلہ ہے لہذا یہ چال چلی کہ حضرت عباسؓ کو امام حسین علیہ السلام سے جدا کریں اس چال اور حربے کو عملی جامہ پہنا نے کے لیے عصرتاسوعا شمر ملعون چارہزار فوج کے ہمراہ دشت نینوا پہنچا، اور حضرت عباسؓ کو آواز دی لیکن حضرت عباسؓ نے اس کی پکار پر کوئی توجہ نہیں دی بلکہ یوں کہوں عباس نامداڑ نے شمر کو جواب کا لائق ہی نہ سمجھا، جب آقا و مولا امام حسین علیہ السلام نے کہا میرے عزیز بھیا جا و دیکھو شمر آپ سے کیا چاہتا ہے؟ اپنے بھیا اور امامؓ کی اطاعت میں آگے بڑھ کر شمر سے کہا، کہو کیا کہا چاہتے ہو۔ شمر نے کہا اے عباس! میں نے ابن زیاد سے تمہیں اور تمہارے بھائیوں کیلئے امان نامہ لے لیا ہے، لہذا آپ اپنے آپ کو حسینؓ سے الگ رکھئے۔ شیر خدا کے شیر فرزند بپھر گئے اور طیش میں آکر فرمایا: «تبت یداک و لعن ما جئت به من امانک یا عدو اللہ، اتأ مرونا ان نترک اخانا وسیدنا الحسین بن فاطمہ و ند خل فی طاعت اللعناء و اولاد اللعناء اتومننا و ابن رسول اللہ لا آمان له» تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور لعنت ہو اس امان نامہ پر اور اس پر کہ جس سے یہ امان نامہ لے کر کے آئے ہو، اے دشمن خدایا تو ہمیں یہ امر کر رہا ہے کہ ہم اپنے بھائی و مولا اور فاطمہ (ع) کے لخت جگر کو تنای چھوڑ کر لعنت شدگان اور لعنت شدگان کے فرزندوں کی اطاعت کے زمرے میں داخل ہو جائیں (عجیب بات ہے) آیا ہمیں امان دے رہے ہو لیکن فرزند رسول خدا کے لیے کوئی امان نامہ نہیں؟ یہ جملات حضرت عباس کی شجاعت اور وفاداری کی واضح دلیل ہے۔

۲۔ شب عاشورا کو اعلان وفاداری:

شام عاشورا امام حسین علیہ السلام نے اپنے تمام یار و انصار کو ایک خیمے میں جمع کر کے فرمایا : سب سنو یہ قوم دغل باز، صرف میرے خون کی پیاسی ہے لہذا میں اپنی بیتم تمہاری گردنوں سے اٹھاتا ہوں، چراغ گل کیے دیتا ہوں۔ شب کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر ہر کوئی اپنا اپنا راستہ لے لے، اور یوں ہر کسی کو بھاگنے کی بہترین فرصت فراہم کی لیکن قریان جائیں حضرت عباسؓ کی وفاداری پر کہ تاریکی کا سکوت توڑ کر سب سے پہلے آپ نے اپنے عہد وفا کو پورا کرنے کا عزم ظاہر کیا، چنانچہ ارباب تاریخ نے لکھا ہے «فبدأ القول العباس بن علی علیہ السلام فقال له لم نفعل ذالک؟ البقی بعدک؟ لا ارنا اللہ ذالک ابدًا» اس وقت عباسؓ بن علیؓ نے آغاز سخن فرمایا اور امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا، ہم یہ کام کیوں انجام دیں؟ کیا اس لیئے کہ آپ کے بعد باقی رہیں (یعنی زندہ رہا)؟ نہیں، خدا کبھی بھی یہ چیز (آپ کی جدایی) ہمیں نہ دکھلائے۔

۳۔ نہر فرات پر وفاداری کی انتہا:

جب اکبر شہید ہوئے کئی بار حضرت عباسؓ نے امام حسین علیہ السلام سے جنگ کی اجازت چاہی ہر بار امام علیہ السلام نے یہ کہہ کر کہ بھیا تو میرے فوج کا علمدار ہے اگر تو جائے گا تو میری فوج کا کیا بنے گا؟ میرا خیال ہے شاید امام علیہ السلام عباس کو کچھ دیر اور اپنے درمیان روکنا چاہتے تھے چونکہ امام علیہ السلام جانتے تھے خیام حسینی میں موجود مخدرات عصمت و طہارت اور چھوٹے معصوم بچوں کی ڈھارس عباسؓ تھے جب تک عباسؓ زندہ تھے؛ ان کی امیدیں بھی زندہ تھیں۔ جب حضرت عباسؓ کا اصرار بڑھا تو امام علیہ

السلام نے یہ کہہ کر کہ خیموں میں چھوٹے بچے تشنہ لب ہیں ان کے لئے کچھ پانی کا بندوبست کرو۔ حضرت عباسؓ نے اپنے بھائی حسینؓ کے ماتھے کو چوما اور نہر فرات کی طرف بڑھے فوج اشقیا کی صفوں کو چیرتے ہوئے نہر فرات تک پہنچے ، مشکیزہ کو پانی سے بھرا خود بھی تو پیاسے تھے ایک چلو پانی کالیا اور پینے کا ارادہ کیا «فذكر عطش الحسين عليه السلام و من معه فرقى الماء» ایک دفعہ امام حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھ موجود افراد (چھوٹے چھوٹے بچوں) کی پیاس یاد آئی۔ پانی کو نہر فرات میں پھینک دیا اور اپنے نفس سے یوں مخاطب ہوئے: «يا نفس من بعد الحسين هوني و بعده لا كنت ان تكوني وهذا الحسين وارد المنون وتشربين باردالمعين ، تالله ما هذا فعال ديني» ای نفس حسینؓ کے بعد ذلت و خواری تری نصیب ہو‘ حسینؓ کے بعد زندہ رہنے کیلئے تو باقی نہ رہے۔ حسین علیہ السلام (تشنگی کی وجہ سے) موت کے دھانے پر جا پہنچے ہیں اور تو ٹھنڈا پانی پی رہا ہے ، خدا کی قسم یہ کام عباس کے دین اور آئین (وفا) میں شامل نہیں، پھر ایک نعرہ لگاتے ہوئے فرمایا: «والله لا اذوق الماء وسيدى الحسين عطشانا» اللہ کی قسم میں پانی نہیں پیتا در حالیکہ میرے آقا حسین علیہ السلام پیاسے ہیں ایک فارسی شاعر نے زبان عباسؓ کو یوں رقم کیا ہے۔

عباس بی وفا تو نبودی کنون چہ شد

نوشی تو آب ماندہ حسینیت در انتظار

عباس تو بے وفا نہیں تھے ابھی تجھ کو کیا ہوا

تو پانی پیے جبکہ تیرا حسینؓ پیاسا تیرے انتظار میں ہے

وفاداری عباسؓ پر دشمن کا اعتراف:

حضرت عباسؓ کی وفاداری اتنی عظیم تھی کہ دشمن بھی اس پر اعتراف کرنے لگا‘ اور ان کا پلید ترین دشمن بھی اس سے انکار نہیں کرسکا۔ چنانچہ جب وسائل غارت شدہ کو شام میں یزید کے پاس لے جایا گیا ان وسائل میں ایک بڑا علم بھی تھا جسکا کوئی بھی حصہ تیروں اور تلواروں کے زخموں سے خالی نہیں تھا لیکن اس علم کا دستگیریہ (قبضہ) بالکل سالم تھا، یزید نے پوچھا اس علم کو کون اٹھاتا تھا؟ کہا گیا یہ علم‘ عباس بن علی کا ہے۔ یزید تعجب سے تین بار اس علم کی تعظیم میں کھڑے ہوکر بیٹھا اور کہا «انظروا الى هذا العلم فانه لم يسلم من الطعن و الضرب الا مقبض اليد التي تحمله» یعنی اس علم کو دیکھیے نیزوں اور تلوار کی چوٹوں سے اس کا کوئی حصہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا، سوائے دستگیریہ کے کہ جس کو علمدار اپنے ہاتھوں سے پکڑ کر اٹھاتے تھے۔ (یعنی صرف قبضہ علم ضربات سے محفوظ رہا ہے) قبضہ علم کا سالم رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ علمدار نے تیروں ، نیزوں اور تلواروں کی تمام ضربات کو جو ہاتھوں پر آتے تھے تحمل کیا ہے اور علم کو گرنے نہ دیا ہے۔ تب یزید نے کہا «بيت اللعن يا عباس هكذايكون وفاء الاخ ل اخيه» اے عباس لعن اور ملامت (تنگ و

عار) کو اپنے سے کوسوں دور کردیا (یعنی لعن اور ملامت تجھے پر نہیں ججتی ہے) بے شک بھائی کی بھائی سے وفاداری ایسی ہی ہونی چاہیے۔

ایک فارسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ۔

پنج امامی کہ تو را دیدہ اند

دست علم گیر تو بوسیدہ اند

چشم خداوند چو دست تو دید

بوسہ زد و اشک زچشمش چکید

اے عباس تجھ کو پانچ اماموں نے دیکھا ہے اور علم اٹھانے والے تیرے بازوؤں کا بوسہ لیتے ہیں۔ عین اللہ (حضرت علی) نے جب قنداقے کو اٹھایا اور تربے بازوؤں پر انکی نظر لگی تو انکھیں آنسوؤں سے نمناک ہوئیں۔

حضرت عباس کی وفاداری ائمہ علیہم السلام کی نگاہ میں:

ائمہ معصومین علیہم السلام نے حضرت عباس علیہ اسلام کے متعلق بہت کچھ بیان فرمایا ہے اور معصوم کی زبان سے نکلی ہوئی بات مبالغہ آرائی اور غیر حقیقت پر مبنی نہیں ہوتی بلکہ قول معصوم حقیقت کو بیان کرتا ہے ۔ ذیل میں چند ایک نمونے بطور مختصر بیان کرتے ہیں؛

۱۔ امام زین العابدین علیہ السلام خود کربلا میں موجود تھے امام حسینؑ اور ان کے یارو انصار کی شہادت کے بعد مخدرات عصمت اور نئے دمنھے بچوں کو کوفے اور شام کے بازاروں اور درباروں میں سہارا دیا ۔ آپ ہی تو کربلا میں اپنے چچا عباس کی وفا داریوں کے چشم دیدہ گواہ تھے۔ آپ علیہ السلام حضرت عباسؑ کی وفا کے بارے میں یوں ارشاد فرماتے ہیں: «رحم اللہ عمی العباس فلقد آثر وابلی وفدی اخاہ بنفسہ حتی قطعت یداہ» خدا رحمت کرے میرے چچا عباسؑ پر کہ جنہوں نے حقیقی طور پر ایثار ، جانبازی اور وفاداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے بھائی کی خاطر اپنی جان فدا کی اور اپنے دونوں بازوؤں کو ان کے راہ میں کٹوایا۔

۲۔ امام صادق علیہ السلام حضرت عباسؑ کی وفاداری اور فداکاری کو بیان کرتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں۔ «اشہد لقد نصحت اللہ و لرسولہ ولا خیک فنعم الاخ المواسی» میں شہادت دیتا ہوں کہ تو نے خدا، اس کے رسول اور اپنے بھائی کے ساتھ بہترین نیکی اور خیر خواہی کی، پس آپ (اے عباسؑ) کس قدر اچھا فداکار اور وفادار بھائی تھے۔

۳۔ حضرت عباس علیہ السلام کی فداکاری اور وفاداری کا تذکرہ امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) نے زیارت ناحیہ مقدسہ کے اندریوں بیان کیا ہے:

«السلام علی ابی الفضل العباس المواسی اخاه بنفسه» ؛ (میرا سلام ہو ابو الفضل العباسؑ پر کہ جنہوں نے اپنے بھائی کے لیے اپنی جان کی قربانی پیش کر کے ایثار اور وفاداری کا اعلیٰ مظاہرہ کیا۔)

ان تمام باتوں سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ حضرت عباسؑ کی ذات ، وفاء اور وفاداری کی عظیم درسگاہ ہے۔ جس کو بھی درس وفاء لینا ہو اسے چاہیے کہ درسگاہ حضرت عباسؑ کے در پر سر تسلیم خم کرے اور اپنی جھولی پھیلائے جس نے بھی ایسا کیا اس نے ضرور اپنی مراد لے لی۔

.....

منابع :

1. جس شی کو مکمل طور پر حاصل نہ کیا جاسکتا ہو اسے مکمل طور پر چھوڑ دینا بھی صحیح نہیں۔
2. قہرمان علقمہ ص ۴۲
3. زینب کبریٰ ص ۱۲
4. نہج البلاغہ، خط نمبر، ۵۳
5. مزار سراپر (ابن ادریس)، المقاتل (ابوالفرج اصفہانی) ، الانوار النعمانیہ (سید جزائری) ، تاریخ الخمیس ج ۲ ص ۳۱۷ (ابوالحسن دیاربکر)۔
6. تنقیح المقال ج ۲ ص ۱۲۸
7. حماسہ حسینی ج ۲ ص ۱۱۸
8. مفاتیح الجنان، زیارت حضرت عباسؑ
9. مفاتیح الجنان، زیارت ناحیہ
10. العباس، عبدلرزاق الموسوی المقرم ص ۸۱
11. الکافی ج ۱ ص ۲۲
12. الکافی ج ۲ ص ۴۲
13. سورہ بقرہ ۴۰
14. مقتل مقرر، ص ۲۶۹
15. الذریعہ، ص ۱۲۴

16 . مفاتيح الجنان ، زيارت نامه حضرت عباس

17 . ايضاً

18 . معالى السمطين ج ١ ص ٢٧٠، نفس المهوم ص ١٧٧

19 . وقايع الايام ، ويژه محرم ص ٢٦٤

20 . منتخب التواريخ ص ٢٥٨، منتخب الميزان الحكمه ص ٤٠٠

21 . كبيرت الاحمر ، ص ١٥٩، منتخب التواريخ ، ص ٢٥٨

22 . ناسخ التواريخ ج ٢ ص ٤٥ ٣

23 . بحار الانوار ، ج ٤٥ ، ص ٤١ ، ترجمه مقتل ابى مخنف ، ص ٩٧

24 . سوگنامه آل محمد ، ص ٣٠٠

25 . بحار الانور ، ج ٤٤ ص ٢٩٨ ، تنقيح المقال ، ج ٢ ص ١٢٨

26 . ايضا

27 . مفاتيح الجنان، زيارت ناحيه